جناب رحمت فرخ آبادی ایم۔اے

حضرت مخدوم نوح ہالائی علیہ الرحمہ

برصغیر پاک و ہند میں مسلم فاتحین اس وقت آئے جب اسلامی فتوحات کا مقصد کشور کشائی، حکمرانی اور قصرِ خلافت کی نگرانی کے سوا اور کچھ نہ رہا تھا۔ اسلام کے سرچشمہ ہدایت سے یہ لوگ خود توفیض یاب ہوئے لیکن اس کی اشاعت ان کے مقاصدِ مملکت میں شامل نہ تھی۔ اس خطۂ ارض پر درحقیقت جن ہستیوں نے اشاعتِ اسلام کا فرض سرانجام دیا، وہ نہ تو فاتحین اور حکمران تھے اور نہ تاجر اور سوداگر۔ یہ منصب جلیلہ علمائے عظام اور صوفیائے کرام کے حصے میں آیا جنھوں نے مختلف وقتوں میں عرب کے مختلف حصوں سے خصوصاً اور اسلامی ریاست کے دیگر علاقوں سے عموماً نکل کر برصغیر کا رُخ کیا اور جہاں مناسب خیال کیا، قیام فرمایا اور ان کی یہی جائے قیام بعد میں سرچشمۂ ہدایت بن گئی۔

سندھ جغرافیائی لحاظ سے ایک ایسی جگہ واقع ہے کہ برصغیر میں داخل ہونے والی ہر طاقت نے بحری اور برّی راستے سے عام طور پر ادھر ہی کا رُخ کیا۔ یہی حال صوفیائے کرام کے قافلوں کا ہے، چنانچہ سرزمینِ سندھ کی خوش نصیبی ہے کہ برصغیر کے اسلامی دَور کے اوائل میں تمام اولیائے کرام کے قدم اس خطے پر سے گزرے اور یہاں کے رہنے والے اُن کی رشد و ہدایت سے مستفیض ہوئے۔ سندھی تہذیب میں مسافر نوازی، مہمان داری، بزرگوں کا ادب و احترام، مسکینی، انکساری اور فقیری یہ تمام خوبیاں تصوف ہی کا عطیہ ہیں۔ سندھی تہذیب پر تصوف کے اثرات ایک وسیع موضوع ہے جو ہنوز تحقیق طلب ہے۔ سندھ میں جن صوفیائے کرام نے مستقل قیام کیا اور اس سرزمین کو اپنی رشد و ہدایت کا مرکز قرار دیا، ان کے مختلف سلسلے ہیں جن میں سے بعض اب تک جاری ہیں۔

ایسے ہی سلسلوں میں جن صوفیائے کرام نے ہمہ گیر اثرات چھوڑے اور جن کی تعلیمات آج بھی اس سندھ کے لیے روح پرور اور باعث خیر و برکت ہیں ان میں حضرت مخدوم نوح ہالائی علیہ الرحمہ کا اسمِ گرامی قابلِ ذکر ہے، جن کے بارے میں صاحب حدیقۃ الاولیا نے لکھا ہے:

"آں پیر ولایت، صاحب ارشاد و ہدایت، شمع شبستان وحدت، مہر سپہر معرفت، عارف معارفِ دین، سالکِ مسالکِ یقین، سالارِ قافلۂ اہل اللہ، سر دفتر ذاکرانِ آگاہ، یعنی مخدوم نوح ولد نعمت اللہ، از جملہ مشائخ عظام و اولیائی کرام سند بودہ"

سلسلہ نقشبندیہ بسلک نسب حضرت امیر المومنین ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ انتظام می باید۔"

حضرت مخدوم نوح علیہ الرحمہ قریشی صدیقی کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، جو میر علی شیر قانع ٹھٹھوی نے اپنی کتاب تحفۃ الکرام جلد سوم میں اس طرح درج کیا ہے:

"غوث الحق حضرت مخدوم نوح بن مخدوم نعمت اللہ بن مخدوم اسحاق بن مخدوم شہاب الدین بن مخدوم سرور بن مخدوم فخر الدین صغیر (جو ہالا میں مدفون ہیں) بن شیخ عزیز الدین بن شیخ فخر الدین کبیر (جو ہالا میں شیخ ابوبکر کے مقبرے میں مدفون ہیں) بن شیخ ابوبکر کتابی (ساکن کوٹ کروڑ) بن شیخ اسماعیل بن شیخ عبداللہ بن شیخ نصیر الدین بن شیخ سراج الدین بن شیخ ابو نجیب ضیاء الدین عبدالقادر سہروردی (جو سلسلۂ سہروردیہ کے بانی ہیں) بن شیخ ابراہیم بن شیخ وحید الدین بن شیخ محمد عمر بن شیخ عبداللہ بن شیخ رضا الدین محمد بن شیخ مسعود بن شریف ابوالقاسم بن شیخ محمد عمر بن حضرت عبدالرحمٰن بن امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

حضرت مخدوم کے آباؤ اجداد میں سے شیخ فخر الدین کبیر ملک عرب سے ہجرت کرکے برصغیر آئے اور ڈیرہ غازی خان کے قرب و جوار میں قصبہ کوٹ کروڑ میں قیام پذیر ہوئے۔ لیکن اعجاز الحق قدوسی اپنی کتاب تذکرہ صوفیائے سندھ میں بیاض سیجیڈنہ مملوکہ سندھی ادبی بورڈ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپ کے جدِ اعلیٰ شیخ ابوبکر کتابی، شیخ احمد، شیخ محمد، شیخ علی المعروف بہ قاضی اور شیخ جلال الدین، یہ پانچ حضرات سب سے پہلے آکر کوٹ کروڑ میں آباد ہوئے۔ اس زمانے میں یہ قصبہ صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کا ایک اہم مرکز تھا۔ اب بھی یہاں کئی صوفیائے کرام کی درگاہیں موجود ہیں اور ان میں سے کئی ایک کی اولاد بھی یہیں آباد ہے۔ بقول مولانا اعجاز الحق قدوسی، شیخ ابوبکر کتابی اپنے وقت کے عظیم المرتبت صوفی اور درویش تھے۔ آپ عوام و خواص میں شیخ شمس الدین کوٹ کروڑی کے نام سے مشہور ہوئے اور کوٹ کروڑ ہی میں وفات پائی۔

شیخ فخر الدین کبیر کچھ عرصہ کوٹ کروڑ میں قیام کرنے کے بعد سندھ کے ایک شہر بوبک چلے گئے۔ یہ شہر بھی اس زمانے میں صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کا مسکن تھا۔ شیخ فخر الدین کبیر علوم ظاہری اور علوم باطنی میں کامل دست گاہ رکھتے تھے۔ وہ اپنے دور کے ایک مایہ ناز بزرگ اور عارف کامل تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا انتقال بوبک ہی میں ہوا اور یہیں ان کا مدفن ہے، لیکن دلیل الذاکرین میں ہے کہ آپ نے سیوستان میں وفات پائی اور حضرت شہباز قلندر کے قرب و جوار میں مدفون ہوئے۔

شیخ فخر الدین کبیر کے بوبک چلے جانے کے بعد ان کے پوتے شیخ فخر الدین صغیر نے بھی ڈیرہ غازی خان کو خیر باد

کہہ دیا۔ انھوں نے بھی سندھ کا رُخ کیا اور ہالا کنڈی (پرانا ہالا) کے مقام پر سکونت اختیار کی۔ یہ بھی ایک صاحب کرامت بزرگ تھے اور اپنے وقت کے صوفیا میں ان کا بہت اہم مقام تھا۔ ان کے بارے میں میر علی شیر قانع ٹھٹھوی نے اپنی کتاب تحفۃ الکرام جلد سوم میں لکھا ہے کہ یہ شیخ ابونجیب سہروردی کی اولاد میں بڑے مقتدر ولی اور راہِ ہدایت کے بڑے باخبر سالک ہیں۔ ہالا میں قیام پذیر ہیں۔ یہ مخدوم نوح کے پانچویں دادا ہیں اور اُن کی زیارت اہلِ ایمان کے لیے باعثِ فخر ہے۔ ان کی درگاہ میں قبولیت کا فیض بہت عام ہے۔ فخر الدین صغیرؒ کا مزار ہالا میں شیخ ابوبکر کے مقبرے میں ہے۔ شیخ ابوبکر بھی ہالا کے ایک کامل اور قدیم ولی ہیں اور اس سرزمین میں ان کا مزار اہل اللہ کی زیارت گاہ ہے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کی اولاد نے ہالا کے قریب گوٹھ ٹوڑھی میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ انھوں نے یہاں لاکھو اور سومرہ قوم میں شادیاں کیں اور اس طرح ان کی نسل یہاں خوب پھلی پھولی۔

مخدوم نوح کا تعلق بھی شیخ فخر الدین ہی کی نسل سے ہے اور یہ بات ان کے شجرۂ نسب سے بھی ظاہر ہے۔ آپ کے والد کا نام نعمت اللہ ہے۔ مخدوم نوح کی ولادت سے قبل اس وقت کے کئی بزرگوں اور درویشوں نے اس بات کی پیشین گوئی کی تھی کہ اس شہر میں جلد ہی اپنے زمانے کا ولی۔ اور مخلوقِ خدا کا ہمدرد پیدا ہوگا جس کی چار دانگ عالم میں دھوم ہوگی۔

حضرت مخدوم نوح کے والد مخدوم نعمت اللہ نے پچاس سال کی عمر میں شادی کی تھی۔ آپ کی اہلیہ کا نام بی بی سکینہ تھا لیکن مولانا اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں کہ ان کا نام بی بی راجی تھا جو قبیلہ راکھا سے تھیں۔ شادی کے ٹھیک نو ماہ بعد ۲۷ رمضان المبارک ۹۱۱ھ بمطابق ۱۵۰۵ء بروز جمعرات کے وقت حضرت مخدوم نوح تولد ہوئے۔ آپ کا نام لطف اللہ رکھا گیا۔ آپ کی پیدائش کے وقت کئی کرامتیں ظاہر ہوئیں جن کا تذکرہ آپ کے ملفوظات سکینۃ الروح میں تفصیل سے ملتا ہے۔ یہی مخدوم لطف اللہ بعد میں حضرت غوث الحق مخدوم نوح علیہ الرحمہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس سلسلے میں سکینۃ الروح میں درج ہے کہ ایک دفعہ حضرت مخدوم نوح نے اپنے فقیروں کی مجلس میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام نوح رکھا ہے، اسی وجہ سے والدین کا رکھا ہوا نام اللہ تعالیٰ کی طاقت و قدرت سے لوگوں کے دلوں سے محو ہو گیا۔ اب آسمان اور زمین والوں کے نزدیک میرا نام نوح ہے۔ اس سلسلے میں مرزا قلیچ بیگ لکھتے ہیں کہ مخدوم نوح کے والد مخدوم نعمت اللہ کو کسی ولی کامل نوح ہوتزانی نے یہ کہا تھا کہ اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر نوح رکھنا۔ چنانچہ مخدوم نعمت اللہ نے اس حکم کی تعمیل میں آپ کا نام نوح رکھا۔

دلیل الذاکرین میں ہے کہ زمانۂ طفلی ہی سے آپ کی پیشانی سے انوارِ ولایت ہویدا اور تاباں تھے اور اندازہ ہوتا تھا کہ آیندہ چل کر آپ آفتابِ ولایت بننے والے ہیں۔ جب حضرت مخدوم نوح کی عمر سات سال کی ہوئی تو قرآن کریم کی تعلیم کی ابتدا ہوئی۔ اس سلسلے میں آپ کے استاد مخدوم عربی عرف مخدوم ماڑینہ تھے۔ یہ بھی اپنے زمانے کے ایک ولی کامل تھے اور قرآن کریم کی تلاوت بڑے خوش الحان انداز میں کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مخدوم عربی نے جو حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے نانا بھی تھے، صرف ایک مقام پر قیام کر کے قرآن کریم کی ایک سو چالیس مرتبہ تلاوت کی تھی۔ حضرت مخدوم نوح علیہ الرحمہ نے آپ کے پاس قرآن کریم کے پچیس سیپارے پڑھے اور بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے ان سے فقہ کی بھی چند کتابیں پڑھی تھیں۔ صاحب حدیقۃ الاولیا اور صاحب تحفۃ الکرام نے لکھا ہے کہ چودہ سال کی عمر میں آپ کو علوم میں درک حاصل ہو گیا تھا۔

جس زمانے میں حضرت مخدوم نوح قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اس زمانے میں آپ کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ لوگوں کو قرآن کریم کے معنی اور تفسیر کے ساتھ ساتھ الفاظ کا صحیح تلفظ تک بتایا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں کشف الروح میں ہے کہ حضرت مخدوم نوح فرمایا کرتے تھے کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے چار چیزیں عطا ہوئی ہیں (الف) ذکرِ الٰہی (ب) تفسیر قرآن کریم (ج) حدیث کا مطالعہ کرنا، اسے سمجھنا اور سمجھانا اور (د) خواب کی تعبیر۔ ۱

مخدوم نوح ہالائی، تصوف میں اویسی تھے۔ کتاب سراج العارفین میں بھی یہ بات درج ہے کہ حضرت نوح کا کوئی مرشد نہ تھا اور وہ شب و روز ذکرِ حق تعالیٰ میں مشغول و مصروف رہا کرتے تھے اور یہ کہ ایسے ہی بزرگانِ دین کو اویسی مسلک سے منسلک قرار دیا جاتا تھا جن کا کوئی مرشد نہ ہوتا تھا۔ اویسی مسلک کی نسبت درحقیقت حضرت اویس قرنی رضی سے ہے۔ دلیل الذاکرین میں ہے کہ ایک روز شیخ ابوبکر قریشی نے جو حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی کی اولاد سے تھے اور حضرت مخدوم نوح سے عقیدت رکھتے تھے، مخدوم فضل اللہ سے پوچھا کہ حضرت مخدوم نوح تصوف کے کس سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں، وہ فوراً دوڑتے ہوئے حضرت مخدوم نوح علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابھی زبان سے کچھ کہنے بھی نہ پائے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ میرا اس کے پاس نہ کوئی شفیع ہے اور نہ ولی۔ اس سے اس طرف بلیغ اشارہ تھا کہ میں فیضان کے حصول میں کسی کا مرید نہیں ہوں اور یہ کہ آپ نے علوم باطنی میں اکتساب کسی شیخ یا مرشد سے نہیں کیا تھا بلکہ آپ کا علم وہبی اور من جانب اللہ تھا۔

حضرت مخدوم نوح ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے اور جو شخص آپ کا مرید بنتا، اسے بھی ذکرِ الٰہی میں

مشغول رہنے کی ہدایت کرتے۔ ان کی ذکرِ الٰہی میں مشغولیت کی یہ کیفیت تھی کہ زبان سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا جاری رہتی اور آپ ایک طالبِ حق کی طرح اس میں اس درجے محو ہو جاتے کہ یہ معلوم ہوتا کہ آپ صرف جسمانی لحاظ ہی سے موجود ہیں۔ اسی لیے دلیل الذاکرین میں ہے کہ آپ کا تمام وقت عبادت اور یادِ الٰہی میں گزرتا اور ہر وقت زبان پر ذکرِ الٰہی جاری رہتا۔ ہمیشہ لب مبارک حرکت کرتے رہتے اور حجامت کے وقت حجام سوچتا تھا کہ آپ ذرا سکوت فرمائیں تو وہ مونچھوں کو درست کر لے۔ آپ حجام کے چہرے سے اس کے ارادے کا اندازہ کر کے فرماتے، میاں امام اعظم اور حضرت امام شافعی کا حجام جب حجامت بناتا اور مونچھیں درست کرنے کا ارادہ کرتا تو کہتا کہ اے امام المسلمین ذرا ہونٹوں کی حرکت روکیے تاکہ میں مونچھوں کو درست کر دوں، تو وہ فرماتے کہ اگر تم آفتاب اور آسمان کی حرکت کو روک دو تو ہم بھی اپنے ہونٹوں کی حرکت روک سکتے ہیں۔

ذکرِ الٰہی میں اس درجہ محویت کے باوجود جب بھی کوئی طالبِ حق کچھ پوچھتا یا کوئی شخص مرید بننے کے لیے آتا تو آپ پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ اس سے گفتگو کرتے اور اسے راہِ حق دکھاتے۔ اسی طرح عالمِ استغراق میں ہونے کے باوجود آپ شریعت کے پوری طرح پابند تھے اور نماز باجماعت کے تو اس طرح پابند تھے کہ نماز باجماعت ہمیشہ مسجد ہی میں جا کر ادا فرماتے۔

مخدوم نوح نے اگرچہ علومِ ظاہری کی تعلیم بہت ہی کم حاصل کی تھی لیکن علومِ ظاہری اور باطنی پر اس درجہ عبور حاصل تھا کہ اس زمانے کے نامور علماء و فقہا ان کی علوم القرآن، تفسیر، حدیث اور فقہ میں خداداد ذہانت اور قابلیت دیکھ کر رشک کرتے تھے۔ جب بھی کوئی شخص آپ سے سوال کرتا تو آپ اس کے جواب میں قرآن کریم کی کوئی آیت یا حدیثِ نبوی بیان فرماتے اور اس کی تشریح کرتے ہوئے سائل کے سوال کا اس قدر عمدہ جواب دیتے کہ وہ مطمئن ہو جاتا۔ علوم القرآن پر حضرت مخدوم کو اس درجہ عبور حاصل تھا کہ آپ ایک آیت کی کئی کئی انداز سے اور کئی طور پر تفسیر بیان فرماتے۔ ان کی یہ تفسیر انسان کی ظاہری اور باطنی دونوں زندگیوں پر حاوی تھی۔ چنانچہ میر علی شیر قانع ٹھٹھوی اپنی کتاب تحفۃ الکرام جلد سوم میں لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم نوح کسی وقت ٹھٹھے تشریف لائے۔ علمائے ظاہر نے سنا تھا کہ یہ ناخواندہ ہونے کے باوجود قرآن پاک کی آیات کے معنی بڑی خوبی کے ساتھ بیان کرتے ہیں، چنانچہ وہ انھیں دیکھنے کے لیے آئے۔ اس وقت مخدوم صاحب ایک آیت کی تفسیر میں مصروف تھے۔ راوی کہتا ہے کہ میرے ہاتھ میں تسبیح تھی اور ہر معنی پر میں دانے بدلتا جاتا تھا۔ جب انھوں نے سکوت کیا تو میں نے شمار کیا کہ کل اسی (۸۰) دانے ہو گئے۔

مخدوم نوح کے روحانی فیض اور ان کی علومِ ظاہری اور علومِ باطنی پر دسترس کی ان کے علاقے میں دھوم تھی اور روزانہ دور دراز کا سفر کر کے لوگ آ کر آپ کے مرید بنتے تھے۔ اسی طرح اگر وہ کبھی کسی دوسرے شہر میں جاتے تھے تو سیکڑوں آدمی نہ صرف آپ کے مرید ہونے آتے بلکہ آپ سے فیض روحانی بھی حاصل کرتے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دفعہ جب آپ ننگر ٹھٹھہ کی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے تشریف لے گئے تو نماز جمعہ کے بعد وہاں کی نومڑیہ قوم کے سیکڑوں آدمی گروہ در گروہ آپ کے پاس مرید ہونے کے لیے آئے۔ حضرت مخدوم نوح کا یہ اصول تھا کہ آپ اپنے مریدوں کو صرف ذکرِ الٰہی میں کثرت سے مشغول رہنے کی ہدایت کرتے تھے۔ یوں تو ہر وقت ہالاکنڈی میں آپ کے مرید اور معتقدین آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے لیکن آپ نے یہ اصول بنا رکھا تھا کہ سال میں ایک مرتبہ ماہ ذی الحجہ کی ۹ تاریخ کو آپ کے تمام مرید آپ کے ساتھ نماز عید ادا کرتے اور پھر اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے۔ دلیل الذاکرین میں ہے کہ شیخ درویش، حضرت محمود لوبکانی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مخدوم معظم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ذکرِ الٰہی تنہائی میں کرو۔ کسی نامحرم عورت سے بات نہ کرو۔ فساق و فجار کی صحبت سے پرہیز کرو۔ علما سے بحث اور مجادلہ نہ کرو۔ دنیاداروں اور بادشاہوں کے گھروں میں نہ جاؤ اور اگر وہ بلائیں تو جانے سے انکار کر دو۔

حضرت مخدوم نوح ہالائی اپنی حیات میں لاکھوں مریدوں کے مُرشد تھے اور آج تک ان کی اولاد کے بھی لاکھوں مرید ہیں، انھوں نے ایک ایسا چشمۂ فیض جاری کیا جس سے تاقیامت لوگ فیض یاب ہوتے رہیں گے۔ دلیل الذاکرین میں ہے کہ سید محمود بن صدیق فخری کا بیان ہے کہ جن دو بزرگوں نے سب سے پہلے مخدوم نوح ہالائی سے توحید کی تلقین حاصل کی ان میں سب سے پہلے مخدوم ساہر لنجار اور پھر شیخ ہوتی لاکھا کا نام آتا ہے۔ دلیل الذاکرین ہی کے حوالے سے مولانا اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم نوح کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ سندھ کے اکثر اکابر صوفیا آپ ہی کے سلسلے سے متعلق نظر آتے ہیں۔ آپ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کو یاروں سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ کسی نے حضرت مخدوم نوح سے سوال کیا کہ آپ کے مریدوں کو یار کہتے ہیں حالانکہ آپ سے پہلے جتنے بزرگ گزرے ہیں ان کے ارادت مندوں کو مرید کہا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ فقیر کا قدم چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر شریعت کے عین مطابق ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بھی چونکہ یار کہلاتے تھے، اس لیے میرے ساتھی اور معتقدین بھی یار کہلاتے ہیں۔ آپ کے مریدین اور خلفا میں جو حضرات بہت مشہور ہیں، ان کے نام مولانا اعجاز الحق قدوسی نے دلیل الذاکرین کے حوالے سے درج کیے ہیں۔ ان میں سے چند

کے مختصر سوانح حیات ان کی کتاب تذکرہ صوفیائے سندھ میں درج ہیں۔

میر علی شیر قانع ٹھٹھوی نے بھی اپنی کتاب تحفۃ الکرام میں حضرت مخدوم نوح کے چند خاص مریدوں اور معاصروں کا تذکرہ کیا ہے۔ اسی طرح تحفۃ الکرام میں بھی حضرت مخدوم نوح کے بعض معاصرین کا تذکرہ ملتا ہے۔

سکینۃ الروح میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مخدوم نوح نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تجرد دیکھ کر میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں بھی شادی نہ کروں لیکن جب میں نے یہ دیکھا کہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے یعنی دنیا سے تعلقات کو توڑ لینا یا دنیاوی فرائض سے روگردانی اسلام میں نہیں ہے اور پھر جب میں نے دیکھا کہ ہمارے آقائے نامدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی شادیاں کیں اور اولاد ہوئی تو میں نے رسول اکرمؐ کی متابعت کرنا ضروری سمجھا اور اسی لیے شادی کی۔

چنانچہ مخدوم نوح نے چالیس سال کی عمر میں پہلی شادی جام تماچی سمہ کی ہمشیرہ بی بی زلیخا عرف باجارہ سے کی جن سے چار لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ان کے صاحب زادوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) مخدوم میاں محمد امین۔ یہ سب سے پہلے صاحب زادے ہیں جنھیں آپ کے بعد خلافت ملی۔ بقول صاحب دلیل الذاکرین مخدوم میاں محمد امین ایک عارف کامل، متقی اور پرہیزگار تھے اور اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ ان سے تصوف اور عرفان کا نور پورے سندھ میں پھیلا۔ (۲) مخدوم میاں محمد حامد (۳) مخدوم میاں نور محمد (۴) مخدوم میاں احمد

آپ کی اہلیہ کا انتقال ۹۵۷ھ میں ہوا، اس کے بعد آپ نے دوسری شادی چوہان قوم میں کی، ان کی دوسری اہلیہ سے پانچ بیٹے تولد ہوتے۔ (۱) مخدوم میاں موسیٰ (۲) مخدوم میاں آدم (۳) مخدوم میاں ہارون (۴) مخدوم میاں داؤد (۵) مخدوم میاں یوسف

آپ نے تیسری شادی دوسری اہلیہ کی موجودگی ہی میں کی تھی اور ان سے تین لڑکے اور ایک لڑکی تولد ہوئیں۔ صاحب زادوں کے نام یہ ہیں: (۱) مخدوم میاں ابراہیم۔ انھیں مخدوم نوح سلطان ابراہیم ادہم ثانی کے نام سے بھی یاد کیا کرتے تھے۔ میر علی شیر قانع ٹھٹھوی نے لکھا ہے کہ یہ اپنے وقت کے بزرگ اور جماعت فقرا کے مرشد تھے (۲) مخدوم میاں میراں محمد۔ (۳) مخدوم میاں جلال الدین محمد۔ ان کے بارے میں صاحب تحفۃ الکرام نے لکھا ہے کہ مخدوم جلال بزرگی اور شائستگی کی نشانیوں اور کمال کی خوبیوں میں بے مثال تھے۔

مخدوم نوح نے چوتھی شادی قبیلہ سعتہ میں بھی کی تھی لیکن ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت مخدوم نوح علیہ الرحمہ کے مریدین اور معتقدین میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے، ان میں حاکمِ وقت بھی تھے اور زمیندار اور غریب اور متوسط طبقے کے افراد بھی شامل تھے۔ یہ لوگ خلوصِ نیت اور صدقِ دل سے قیمتی سے قیمتی تحائف اور نذرانے آپ کی خدمت میں پیش کرتے لیکن آپ نے کبھی بھی مال و دولت جمع کرنے کی طرف توجہ نہیں کی۔ جو کچھ بھی نذرانے اور تحائف وصول ہوتے ان میں سے بہت کم حصہ اپنے اہل وعیال کی گزر اوقات میں صرف کرتے، باقی مستحقین میں بانٹ دیتے۔ آپ بہت کم خوراک تھے اور نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ لباس اور خوراک کے معاملے میں آپ کی سادگی ضرب المثل تھی۔

مخدوم نوح علیہ الرحمہ کا انتقال ۲۷ ذی قعدہ شب پنجشنبہ ۹۹۸ھ مطابق ۱۵۹۰ء بعد نماز عشا ہوا۔ صاحب حدیقۃ الاولیا نے "شیخ بنوح بود" ۹۹۸ھ سے آپ کی تاریخ وفات نکالی۔ انتقال کے وقت مخدوم نوح کی عمر ساٹھ سال کی تھی۔ اگرچہ آپ کی عمر کافی زیادہ تھی لیکن اس کے باوجود اپنا تمام کام خود کرتے تھے اور صحت کا یہ عالم تھا کہ آخری لمحے تک بالکل تندرست اور نہایت چاق وچوبند تھے۔

حضرت مخدوم نوح نے وصیت فرمائی تھی کہ انتقال کے بعد مجھے کوئی غسل نہ دے۔ عبدو فقیر جہاں کہیں بھی ہوگا، وہ صبح کے وقت آجائے گا اور میری میت کو غسل دے گا اور یہ کہ غسل دینے کے بعد جلدی نہ کرنا، کتنی بھی جماعتیں میرے جنازے کی نماز پڑھیں گی، ان کے بعد جو لوگ حاضر ہوں وہ نماز جنازہ پڑھیں۔ چنانچہ جمعے کے دن فجر کی نماز سے قبل ہی عبدو فقیر مسجد میں آیا اور نمازِ فجر کے لیے کہا۔ اگرچہ لوگ عبدو فقیر کو پہچانتے نہیں تھے لیکن اس کے انداز سے جان گئے کہ یہی وہ عبدو فقیر ہے۔ نمازِ فجر کے بعد عبدو فقیر نے حضرت مخدوم نوح کے جسدِ خاکی کو حویلی سے لاکر غسل دیا اور جنازہ تیار کرکے میدان میں رکھ دیا۔ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد حضرت مخدوم نوح کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور ان کے وطن ٹوڑھی (پرانا ہالا) میں دفن کیا گیا۔ لیکن بارہ سال کے بعد سیلاب کی وجہ سے آپ کے جسدِ خاکی کو وہاں سے نکال کر ایک نئے قصبے میں دفن کیا گیا اور اس کا نام اسلام آباد رکھا گیا۔ کچھ عرصے بعد یہی اسلام آباد نیا ہالا کے نام سے مشہور ہوا۔ آج کل آپ کے سجادہ نشین آپ ہی کی اولاد میں سے جناب مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ ہیں جو پاکستان کی قومی اسمبلی کے رکن بھی رہ چکے ہیں اور سندھ کی ایک مایہ ناز ادبی شخصیت بھی ہیں۔ سندھی ادب کی ترقی و ترویج کے سلسلے میں آپ نے جو خدمات سرانجام دیں، ان کے اعتراف کے طور پر عرصہ دراز تک آپ سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد کی مجلس انتظامیہ کے صدر رہے۔

مخدوم نوح کے مرقد پر جو مقبرہ ہے وہ ان کے پوتے مخدوم محمد زمان پانچویں سجادہ نشین نے ۱۲۰۵ھ میں تعمیر

کرایا تھا۔ اس مقبرے کے جنوب میں ایک اور مقبرہ ہے جو مخدوم میر محمد ـــ چھٹے سجادہ نشین ـــ کے مرقد پر بنایا گیا ہے۔ یہ مقبرہ سندھ کے تالپور حکمران میر فتح علی خاں نے ۱۲۱۰ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ مخدوم نوح کے مقبرے کے شمال میں ایک عالی شان جامع مسجد ہے جو سندھ کے تالپور حکمران میر کرم علی خان نے جو میر فتح علی خاں کے بھائی بھی تھے ۱۲۲۲ھ میں تعمیر کرائی تھی۔

حضرت مخدوم نوح کے ملفوظات اور مکتوبات کا مجموعہ سکینۃ الروح کے نام سے مشہور ہے۔ مولانا دین محمد وفائی مرحوم اس مجموعے کی تہذیب و ترتیب کے لیے ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۰ء کے درمیان کئی مرتبہ ہالا تشریف لے گئے تھے۔ اسی طرح مخدوم صاحب کے موجودہ سجادہ نشین مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ کے حکم پر استاذی مولانا شیدائی نے ایک کتاب سفینۃ النوح کے نام سے لکھی تھی جو ہنوز غیر مطبوعہ اور مخدوم طالب المولیٰ صاحب کی تحویل میں ہے۔

مولانا اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم نوح ہالائی کے ملفوظات دلیل الذاکرین میں بڑی کثرت سے نقل کیے گئے ہیں جو اثر و تاثیر، حکمت و موعظت اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بے نظیر ہیں۔

اس سلسلے میں شمس العلما ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم نوح کی حیات اور ان کے ارشادات کو اصل فارسی میں مخدوم غلام حیدر صاحب نے مدون کیا تھا اور پھر اشاعت کے لیے ان کا سندھی میں ترجمہ کیا۔ میں نے فارسی نسخہ نہیں دیکھا لیکن سندھی ملفوظات (مراد سندھی ترجمہ سے ہے) میرے پاس کافی عرصہ تک رہے۔ اسی سلسلے میں پیر سید حسام الدین راشدی لکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں دو کتابیں لکھی گئیں۔

۱۔ سفینۃ النوح (فارسی) تالیف مخدوم غلام حیدر (۱۳۴۴ھ)

۲۔ اور راحت الروح (سندھی) از مولانا دین محمد وفائی مرحوم

سید حسام الدین راشدی نے حدیقۃ الاولیا مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد ۱۹۶۷ء کے مقدمے میں ان مخطوطات کا تذکرہ کیا ہے جن میں مخدوم نوح اور ان کے خانوادے کے سلسلے میں مواد ملتا ہے۔ ہم ذیل میں اُن کتب کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں۔

۱۔ رسالہ ملا خیالی ـ تالیف ملا حسین خیالی ـ یہ مخدوم نوح کے ہم عصر تھے۔

۲۔ رسالہ بہاء الدین دلق پوش ـ مؤلف حضرت مخدوم نوح کے خاص مرید اور ان کے صاحب زادوں کے استاد تھے۔ اس کتاب میں انھوں نے مخدوم نوح کے سوانح اور ملفوظات نقل کیے ہیں۔ صاحب دلیل الذاکرین نے اس کتاب سے بیشتر روایتیں نقل کی ہیں۔

۳۔ رسالہ فتحیہ، تالیف فتح محمد جو حضرت مخدوم نوح کے پوتے تھے۔ یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے جن کے صفحات کی مجموعی تعداد ۴۴۴ ہے۔ یہ کتاب ۱۰۱۹ھ میں لکھی گئی، اس مخطوطے کی نقل غالباً سندھ یونیورسٹی کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس کتاب کا ۱۲۸۸ھ میں ایک نامعلوم شاعر نے تحفۃ المریدین فی مناجات المرشدین کے نام سے سندھی میں منظوم ترجمہ کیا تھا۔ اس کے ۳۲۴ صفحات ہیں۔

۴۔ دلیل الذاکرین۔ مؤلفہ حاجی پھنور۔ یہ کتاب ۱۱۰۶ھ میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں اس دور کے سیاسی وسماجی حالات پر کافی اہم معلومات ملتی ہیں۔ اس کا ایک مخطوطہ سندھ یونیورسٹی کے کتب خانے میں موجود ہے۔

۵۔ کوس فخریہ: مؤلفہ حاجی یعقوب۔ یہ کتاب دلیل الذاکرین کا ضمیمہ اور سندھ میں تصوف کی تاریخ پر ایک اہم ماخذ ہے۔

۶۔ ارشاد الطالبین۔ مؤلفہ غلام رسول قریشی ہالائی۔ کاتب سید علی محمد متعلوی۔ سن کتابت ۱۳۰۵ھ۔ صفحات ۵۷۴۔ اس مخطوطے میں سندھ کے ۱۶۴ بزرگانِ دین کا تذکرہ ہے۔

۷۔ سراج العارفین۔ مؤلفہ غلام رسول قریشی ہالائی۔ تالیف ۱۲۱۵ھ مؤلف مذکورہ، مخدوم نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔ جلد اول کے ۵۲۳ صفحات ہیں اور جلد دوم موجود نہیں ہے۔ رموزِ تصوف اور مخدوم نوح اور ان کے خانوادے کے علاوہ سندھ کے دیگر مشائخ اور ترخان دور پر ایک اہم ماخذ ہے۔

۸۔ گنجینۂ اولیا۔ مؤلفہ اخوند محمد صالح تالیف ۱۳۱۴ھ۔ اس کے کل ۴۸۸ صفحات ہیں اور کاتب کا نام عمر نقش بندی ہے۔

یہ تمام کتب مخطوطات کی صورت میں مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ کی تحویل میں ہیں۔ کاش مخدوم صاحب اور سندھی ادبی بورڈ ان کو طبع کرانے کی طرف توجہ کرے۔ یہ ایک اہم دینی، علمی اور تاریخی خدمت ہوگی۔

دلیل الذاکرین میں ہے کہ حضرت مخدوم نوح تصنیف و تالیف سے گریز فرماتے تھے۔ ایک دفعہ سید اسماعیل بخاری نے جو آپ کے مریدوں میں سے تھے، ارادہ کیا کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں، اس کو لکھ لیا جائے۔ آپ کو یہ معلوم ہوا تو فرمایا، میاں طالبِ حق قدرت کے قلم سے ان باتوں کو صحیفۂ دل پر لکھتا ہے، کاغذ پر نہیں لکھتا۔ کبھی کبھی فرمایا کرتے کہ بزرگانِ سلف کی طرح خیال ہوتا ہے کہ تصوف پر ایسی جامع کتاب لکھی جائے کہ قدما کی کتابیں دیکھنے کی ضرورت باقی نہ رہے لیکن ادب ہمیشہ مجھے اس خیال سے مانع رہا۔ میرے مریدین مستقل تصوف کی کتاب ہیں کہ جو کچھ ان کی زبان سے نکلتا ہے وہ بزرگوں کے قول کے مطابق اور شریعت کے موافق ہوتا ہے۔

مخدوم نوح اپنی مجالس میں مریدوں اور معتقدوں کو ہمیشہ قرآن و حدیث کی روشنی میں درس دیا کرتے تھے۔ سطور ذیل میں ہم ان کی چند اخلاقی نصیحتوں اور ہدایتوں کو درج کر رہے ہیں جو اُن کے ملفوظات سکینۃ الروح میں بھی شامل ہیں۔

ایک مرتبہ مخدوم نوح سے ان کے ایک معتقد نے دریافت کیا کہ ہم انسان کے قلب کو کس طرح پہچانیں۔ آپ نے جواب دیا کہ دنیا کی حرص و طمع اپنے دل سے بالکل نکال دو اور ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو جاؤ تو بہت آسانی سے تم اس کو جان جاؤ گے۔

ایک مرید کافی دور سے دکھ اور تکالیف اٹھا کر حضرت کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اُسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بھائی تم اتنی دور سے یہاں آتے ہو۔ اس سفر کے دوران تمھیں کافی آدمی ملے ہوں گے لیکن ہماری محبت کی وجہ سے تم نے ان میں سے کسی کی طرف دھیان نہیں دیا ہوگا۔ اب جبکہ تم مجھ تک آئے ہو تو مجھے بھی فراموش کر دو اور اللہ کی طرف دھیان دو اور اسے یاد کرو۔

ایک دفعہ حضرت مخدوم کی خدمت میں ایک حاکم وقت حاضر ہوا اور آپ سے نصیحت اور ہدایت کا طالب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ملک کی ساکھ سیاست کے علاوہ کسی اور چیز سے قائم نہیں رہ سکتی اور سیاست کے لیے لشکر لازم ہے اور لشکر کے لیے خزانہ۔ خزانہ، رعایا سے ٹیکسوں کی وصولی پر قائم ہے اور ٹیکسوں کی وصولی کے لیے رعایا کی آبادی اور خوش حالی ضروری ہے اور یہ صرف اسی وقت قائم رہ سکتی ہے جب ملک میں عدل و انصاف قائم ہو اس لیے تجھے لازم ہے کہ عدل و انصاف اور رحم و احسان کے کام کرے۔

ایک دفعہ مجلس میں مخدوم نوح نے اپنے فقرا کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ذکرِ الٰہی کے لیے مجاہدہ ضروری ہے اور اگر تم مجاہدہ چھوڑ کر ذکرِ الٰہی کرو گے تو خود کو نقصان پہنچاؤ گے اور اگر صرف مجاہدہ کرو گے تو بے اثر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا صرف انھی کو حاصل ہوتی ہے جو مجاہدہ اور ذکرِ الٰہی ساتھ ساتھ کریں۔ اگر تم میں بہت زیادہ مجاہدہ کرنے کی طاقت نہیں ہے تو وہ عمل کرو جو آسان ہے مثلاً دن میں صرف ایک وقت کھانا کھاؤ۔ جہاں تک ہو سکے، اس دنیائے فانی کی لذت سے بچو۔ لذت سے بچنے میں جو مزہ ہے وہ اگر تمھیں معلوم ہو جائے تو تم نفسانی لذتوں کو یکسر فراموش کر دو۔ یقین کرو اس دنیا میں اچھی چیز نوش کے بجائے نیش یعنی انسان کے اچھے اعمال ہیں۔ یہاں کا کمال خود زوال اور راحت میں جراحت ہے۔ اس دنیا میں اصل چیز ذکرِ الٰہی ہے اور ذکرِ الٰہی کی نشانی یہ ہے کہ ذاکر میں حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہو۔

ایک دفعہ مخدوم نوح نے فرمایا کہ اگر کسی فقیر کو حضرت آدم صفی اللہ کا عصمت، حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا کلام (اللہ سے ہم کلام ہونا) اور حضرت عیسیٰ روح اللہ کی روحانیت بھی حاصل ہو جائے تو وہ ان پر قانع نہ ہو کیونکہ جو اصل مقصود ہے وہ دوسرا ہے۔ ایک سچے طالب کو ان کی طلب میں رہنا چاہیے یعنی یہ کہ حق تعالیٰ کی ذات پاک میں محو اور گم ہو جائے۔ اگر کسی طالب کو ذکر، فکر، علم، عمل، محبت، عشق، قرب اور وصل بھی حاصل ہو جائے لیکن ان کے ساتھ محویت نہ ہو تو یہ سب گھاٹے کا سودا ہے۔

بہر حال حضرت مخدوم نوح جہاں ایک طرف اپنے وقت کے مایہ ناز صوفی اور عارف کامل تھے اور انھوں نے عوام کی اصلاح اور تبلیغ کا کام سرانجام دیا تو دوسری طرف ادب میں بھی ان کا بیش بہا حصہ ہے۔ مثلاً برصغیر میں سب سے پہلے انھوں نے فارسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے لیکن اخباری اطلاعات سے پتا چلا ہے کہ سندھ کے مشہور عالم دین علامہ پروفیسر غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب غالباً سندھی ادبی بورڈ یا شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد کے لیے اس ترجمے کو ایڈیٹ کر رہے ہیں۔ اگر یہ ترجمہ شائع ہو جائے تو یہ ایک بہت بڑی خدمت ہوگی اور برصغیر میں اس سلسلے میں سندھ کو جو اوّلیت حاصل ہے وہ واضح طور پر سامنے آجائے گی۔ اسی لیے پروفیسر لطف اللہ بدوی مرحوم لکھتے ہیں کہ مخدوم صاحب کی کرامات بہت ہیں، ان میں سے کچھ کا ذکر تحفۃ الکرام اور حدیقۃ الاولیا میں ہے، وہ نہ صرف اپنے وقت کے ایک عظیم صوفی تھے بلکہ ان کا شمار اپنے دور کے متقدر علما میں ہوتا تھا۔ مخدوم صاحب کی تصنیفات میں سے قرآن کریم کا فارسی میں ترجمہ بہت مشہور ہے۔ متقدمین میں شیخ سعدی اور ملا حسین واعظ کاشفی ہروی نے قرآن کریم کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ کاشفی کا ترجمہ اور تفسیر، تفسیر حسینی کے نام سے مشہور ہے۔ مخدوم نوح کے ترجمے کو ہندوستان میں شرفِ اوّلیت حاصل ہے۔ ان کے بعد ہی علامہ شہاب الدین دولت آبادی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے قرآن کریم کے فارسی میں ترجمے کیے۔

اسی طرح حضرت مخدوم نوح نے فارسی ترجمۂ قرآن کے علاوہ مختصر تفسیر قرآن بھی اپنے مرید بہاء الدین گوڈریہ سے لکھوائی جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ پروفیسر لطف اللہ بدوی مرحوم اور ڈاکٹر عبدالمجید میمن لکھتے ہیں کہ ان کے کچھ سندھی ابیات بھی ان کے ملفوظات میں ملتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ سندھی زبان کے بلند پایہ شاعر تھے۔ آپ کے اور ابیات بھی ہوں گے لیکن وہ محفوظ نہ رہ سکے۔ اُن کے ابیات کا مضمون تصوف اور اخلاقیات ہے۔ اس کے علاوہ ان کے ابیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنے خاص مریدوں سے بڑی محبت تھی۔